ابنِ خلدون کا نظریۂ عمران

محمد طفیل۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی

ابنِ خلدون کا نام عبدالرحمٰن ہے، وہ اُندلس کے ایک قدیم قبیلہ سے تھا۔ اس کا خاندان صدیوں اشبیلیہ میں باعزت اور بارسوخ رہا۔ اور ساتویں صدی کے اوائل میں تونس منتقل ہوا۔ وہیں اس نامور شخصیت نے ۱۳۳۲ء مطابق ۷۰۲ھ میں جنم لیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی۔ اور نوعمری ہی میں شہرت پاکر سرکاری ملازمتوں پر مامور رہے۔ ابنِ خلدون نے بہت سے ملکوں کی سیر کی۔ اور اپنی زندگی میں بڑے انقلابات دیکھے۔ اس نے ایک باوقار سیاست داں کی حیثیت سے اپنے زمانہ کی سیاست میں بھی حصہ لیا۔ لیکن ہمارے لئے آج اس کی عظمت کے آثار اس کی وہ محققانہ تصانیف ہیں جن میں سرفہرست کتاب العبر ہے۔ اور اس کا مقدمہ جو مقدمہ ابنِ خلدون کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقدمہ اس نے سیاسیات سے کنارہ کش ہونے اور دنیاوی کش مکش سے فراغت پانے پر قلعہ سلامہ میں سپردِ قلم کیا تھا۔ مقدمہ ابنِ خلدون علوم کا بیش بہا خزانہ اور مصنف کے نادر خیالات و نظریات کا مرقع ہے۔ اس کی مقبولیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی بیشتر علمی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، خود اُردو زبان میں اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں۔ جن میں سے میری رائے میں پیسہ اخبار کی طرف سے تین جلدوں میں شائع ہونے والا ترجمہ بہتر ہے۔ اس مضمون کی ترتیب میں زیادہ تر الدراسات عن مقدمہ ابن خلدون ساطع الحصری پر اعتماد کیا گیا ہے۔

تاریخ کے مختلف ادوار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں پائے جانے والے جملہ علوم وفنون یکبارگی معرضِ وجود میں نہیں آگئے۔ بلکہ انسانی عقل و شعور کے ارتقا اور ضروریاتِ انسانی کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کی وجہ سے بتدریج ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ابتدائی دور میں انسان بہت تھوڑے علوم سے

آگاہ تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس نے بہت سے علوم سے واقفیت حاصل کی۔

یہی حال انفرادی علم یا فن کا ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی علم (SCIENCE) یا فن (ART) معلوم کیا جاتا ہے، یا اس کا موجد ایجاد کرتا ہے تو شروع شروع میں معلومات بالکل ناقص اور تجربات نامکمل ہوتے ہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ تکمیل کے مراحل طے کرتے ہوئے ایک دن وہ انسانی شاہکار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

یہ کلیہ اجتماعی اور معاشرتی علوم پر پورا پورا منطبق ہوتا ہے، معاشرتی علوم میں جنہیں اعلیٰ ترین مرتبہ حاصل ہے۔ ان میں عمرانیات سرِ فہرست ہے۔ لیکن یہ علم جس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ اسی قدر جدید ترین علوم میں سے شمار ہوتا ہے۔ اس علم کے بارے میں ساطع الحُصری لکھتا ہے:

"عمرانیات کا شمار جدید ترین علوم میں ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے مستقل علم کی حیثیت انیسویں صدی کے آخری ربع میں حاصل ہوئی۔" ؎۱

اس جدید ترین علم کے بانی کے بارے میں عام مستشرقین اور علمائے عمرانیات کی رائے یہ ہے، کہ اسے آگسٹ کونت AUGUSTE COMTE (۱۷۹۸ — ۱۸۵۳ء) نے ایجاد کیا، چنانچہ رینے ورم لفظ عمرانیات پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

"اس لفظ کے رواج پانے کی اصلیت یہ ہے کہ پہلے پہل آگسٹ کونت نے ۱۸۴۲ء میں اپنی کتاب "فلسفہ ایجابی کے اسباق" کی چوتھی جلد میں اس لفظ کو استعمال کیا، اس کتاب میں وہ لفظِ عمرانیات کو اُسی معنی میں استعمال کرتا ہے جس معنی میں وہ پہلے "عمرانی طبیعیات کی اصطلاح استعمال کیا کرتا تھا۔" ؎۲

اسی نظریہ کی تائید میں فرانسیسی مفکرین کا قول نقل کرتے ہوئے دراسات عن مقدمہ ابن خلدون کا مصنف لکھتا ہے: "اوغوست کونت اوّلُ من اتخذ الاجتماع موضوعاً لعلم مستقلٍ و اوّل من استطاع تاسیس ھذا العلم علی اساس علمیة مثبتة۔" ؎۳

ہم اس نظریہ سے کہ عمرانیات کا یا علم الاجتماع کا موسس اور بانی آگسٹ کونت ہے اتفاق نہیں رکھتے۔ ہماری رائے میں فرانسیسی اور دیگر مغربی مفکرین نے اپنے پرانے تعصب کی وجہ سے حقیقت کو

۱۔ ساطع الحصری: دراسات عن مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۲۳۰۔

۲۔ رینے ورم: مبادی عمرانیات، ص ۲۔ ۳۔ دراسات، ص ۲۳۰۔

جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔ مستشرقین کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اقوامِ عالم پر اپنا علمی تفوّق ثابت کرنے کے لئے مسلمانوں کے علوم کو اپنی طرف منسوب کر لیا جائے۔

ہم دلائل و شواہد کی روشنی میں پورے وثوق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ بیشتر مروّجہ علوم کی طرح عمرانیات سے بھی سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی اقوامِ عالم کو متعارف کرایا۔ اور اس علم کو سب سے پہلے پیش کرنے کا اعزاز ہمارے زیرِ بحث مسلمان مفکّر علامہ ابنِ خلدون کو حاصل ہے۔ کیونکہ اگست کونت نے اوّلاً تو علوم کی جو تقسیم کی ہے اس میں عمرانیات کو آخری درجہ دے کر نفسیات کو اس کا جزو قرار دیا ہے۔ جسے اس کے شاگردوں نے بھی درست تسلیم نہیں کیا اور نفسیات کو ایک مستقل علم کی حیثیت سے اختیار کیا۔

دوسرے یہ کہ اگست نے جن علوم کو عمرانیات کا جزو لاینفک قرار دیا۔ انھیں نہ صرف مُسلم علماء بلکہ مغربی مفکرین بھی زمانہ قدیم سے مقدمہ ابنِ خلدون میں پڑھ چکے تھے۔ دربلو D' HERBELOT نے سترھویں صدی اور دوساسی DE SACY نے انیسویں صدی کے آغاز میں مقدمہ ابن خلدون سے بعض معلومات اخذ کیں اور انھیں ابنِ خلدون کا نام دیئے بغیر شائع کیا۔ [۴]

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سیاسیات، اخلاقیات، معاشیات، علم تشریح شماریات، اور فلسفۂ تاریخ جیسے اہم علوم کو مسلم مفکرین میں ابن خلدون نے جس عقلی انداز میں پیش کیا اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ علوم عقلی دنیا کے موضوع قرار پائے اور علمائے عقلیات نے ان میں گراں بہا اضافے کئے۔

ابن خلدون نے تاریخ نویسی کو ایک نئے دَور میں داخل کیا۔ اس سے پہلے مؤرخین صرف امراء و سلاطین کے حالات، لڑائیوں کی تفصیلات اور سلطنتوں کے عروج و زوال کے واقعات بیان کرتے تھے، لیکن ان کی تواریخ میں عام انسان کی زندگی اور اجتماعی معاشرتی مسائل کا فقدان ہوتا تھا۔ ابنِ خلدون وہ پہلا تاریخ نویس ہے جس نے وقائع نگاری اور فلسفۂ تاریخ پیش کرتے وقت اس امر کو ضروری قرار دیا کہ صرف امراء و سلاطین کے حالات و کوائف کو محور نہ بنایا جائے بلکہ انسانی معاشرے کے تمام طبقات کو بیک وقت اس میں حصہ دار بنایا جائے۔

یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے عمرانی علوم کا آغاز ہوتا ہے۔ جب اس امر کو اپنے پرائے سب تسلیم کرتے ہیں کہ تاریخِ عالم میں فلسفۂ تاریخ کا بانی ابن خلدون ہے، تو انھیں لامحالہ یہ بات ماننا پڑے گی کہ عمرانیات

۴۔ دراسات، ص ۲۴۹۔

کو ایک مستقل علم کی حیثیت بھی ابن خلدون نے ہی دی۔ چنانچہ اسی نظریہ کی تائید میں غاستون بوتول ..... لکھتے ہیں: عمرانیات و اخلاقیات کے موضوعات مسلم فلاسفہ میں علم الکلام کا جزو بن کر زیر بحث رہے۔ لیکن جب ابن خلدون آئے۔ تو انھوں نے ان کو مستقل علوم کی حیثیت دی ۔ وہ لکھتے ہیں:

واما المؤلفات التی تتناول موضوعات السیادۃ وعلم الاخلاق وما یُسمّٰی العلوم الاجتماعیۃ فی وقت الحاضر، فقد کانت تبحث ھذہ المسائل من حیث صلاتھا بالعلم الکلام .... ولقوم ابداع ابن خلدون علی محاولتہ ان یُطبّق علی دراستہ المجتمعات منہاج الترصد والمشاھدۃ۔[۵]

مذکورہ بالا دلائل وشواہد کی روشنی میں جب ہم مقدمہ ابن خلدون کا مطالعہ کرتے ہیں، تو وہ بھی ہمارے اس موقف کی تائید کرتا ہے، کیونکہ ابن خلدون وہ پہلا شخص ہے جس نے عمرانیات کو مستقل موضوع اور علم کی حیثیت سے اپنایا اور اسے "علم العمران" کے نام سے متعارف کرایا۔ اُنھوں نے عمران سے اس کا وسیع ترین مفہوم مراد لیا۔ چنانچہ وہ اپنے مقدمہ میں لکھتا ہے:

وھو التساکن والتنازل فی مصر او حلۃ، للأنس بالعشیر واقتضاء الحاجات ۔[۶]

یعنی عمرانیات انسانوں کے کسی محلہ یا شہر میں ساتھ مل کر بود و باش کرنے اور پڑاؤ ڈالنے سے بحث کرتا ہے تاکہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے ملاپ اختیار کریں اور اپنی ضروریات زندگی کو پورا کریں۔ عمرانیات پر غور کیا جائے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس میں دو ہی چیزوں پر بحث کی جاتی ہے۔ اولاً یہ ہے کہ انسان جو فطرتاً مدنی الطبع ہے، اسے باہم دگر مل بیٹھنے کے مواقع مہیا کئے جائیں، تو جب انسان شہروں اور محلوں میں قیام کرتا ہے تو ان میں یہ سہولت حاصل ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ (SOCIETY) معرض وجود میں آتا ہے۔ جس کے بعد لازماً اپنی ضروریات کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ مسائل جس ماحول یا جس مقام پر جنم لیتے ہیں، ان کے حل کا خمیر بھی اسی خاک میں موجود ہوتا ہے اسی فطری اصول کی بنا پر جب معاشرہ وقوع پذیر ہوتا ہے تو اس کے مسائل اور ضروریات کا حل بھی اسی میں ہوتا ہے۔ چنانچہ انسانوں نے مختلف پیشے اختیار کر کے اپنی ضروریات کا حل نکالا ہے۔ اسی کو ابن خلدون نے اپنے ان الفاظ "واقتضاء الحاجات" میں بیان کر کے عمرانیات کے فلسفہ کی تعبیر کی، پھر بار بار دہ لکھتے ہیں:[۷]

---

۵ - ابن خلدون و فلسفتہ الاجتماعیۃ مؤلفہ غاستون بوتول، مترجمہ عادل زعیتر، ص ۲۶ -

۶ - مقدمہ ابن خلدون ص ۴۱ - ۷ - دراسات، ص ۲۳۶ -

" بأن موضوع هذا العلم هو العمران البشری والاجتماع الانسانی " کہ اس علم کا (خاص) موضوع انسانی عمرانی اور سماجی مسائل سے بحث ہے ۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی وضاحت کرتے ہیں کہ اس علم کا خطابت اور سیاست سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ مستقل بالذات ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مقدمہ میں لکھتا ہے[8]:

" اذا کانت کل حقیقۃ متعقلۃ طبیعیۃ، یصلح ان یبحث عمّا یعرض لھا من العوارض لذاتھا، وجب ان یکون باعتبار کل مفھوم وحقیقۃ، علم من العلوم یخصّہٗ "

اور جب کہ کسی چیز سے متعلقہ حقیقت فطری ہوتی ہے لہٰذا اسے پیش آنے والے عوارض کو بھی اس کی ذات کی وجہ سے موضوع بحث بنانا مناسب ہوگا، بنا بریں ہر مفہوم وحقیقت کے اعتبار سے ضروری ہے کہ اس کے لئے علوم میں سے ایک علم خاص ہو جائے " اور چونکہ عمرانیات ایک قائم بالذات حقیقت ہے لہٰذا اسے ایک قائم بالذات علم قرار دینا لازم ہوگیا۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اس علم کو جو اہمیت دی ہے، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ دیباچہ میں اس علم کا ذکر کرتا ہے۔ تو واضح الفاظ میں کہتا ہے[9]: " الکتاب الاوّل فی العمران وذکر ما یعرض فیہ من العوارض الذاتیۃ من الملک والسلطان والکسب والصنائع والعلوم وما الی ذلک من العلل والاسباب "

اس طرح وہ نہ صرف عمرانیات کے لئے اپنی کتاب کو وقف کر دیتا ہے۔ بلکہ وہ عمرانیات کا دائرۂ کار بھی متعین کرکے بتاتا ہے کہ انسانی علم یعنی عمرانیات میں حکومت وحکمران، کاروبار، صنعتیں اور علوم وغیرہ زیر بحث آتے ہیں " اور اسی کی تائید میں وہ آگے چل کر لکھتا ہے:۔

" اور اب ہم اس باب میں ان اُمور کا ذکر کرتے ہیں جو انسان کو معاشرہ میں در پیش رہتے ہیں اور وہ سلطنت، بادشاہ، کاروبار، ذریعہ معاش، صنعتیں اور علوم ہیں۔ ہم انھیں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے " [10]

---

۸ ۔ مقدمہ ابن خلدون ۔ ص ۳۸ ، بحوالہ دراسات ص ۲۲۷ ۔

۹ ۔ " " ص ۳۵ ۔ ۱۰ ۔ مقدمہ ابن خلدون ۔ ص ۴۰

ابھی ہم نے مقدمہ کے پہلے باب کا جو عنوان نقل کیا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ابن خلدون اس بات پہ پختہ اعتقاد رکھتا ہے کہ عمرانی حالات علل و اسباب کے تابع ہوتے ہیں۔ اور اس نے یہ بات پالی تھی کہ اجتماعی حوادث علل و اسباب ہی کی بنا پر وجود پاتے ہیں۔ اسی لئے وہ اس موضوع کو نہایت تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے اس موضوع کا حق ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جس کا ہم تفصیلاً ذکر کریں گے۔

ابن خلدون نے اپنے نظریہ کو مقدمہ میں متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ اور مقدمہ کا ہر موضوع اس کے اس نظریہ کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ ہم ذیل میں صرف ایک مثال نقل کرتے ہیں۔ وہ "ان الہرم اذا نزل بالدولة لا یرتفع" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"قد قدمنا العوامل المؤذنة بالھرم واسبابه واحداً بعد واحد و بینا انھا تحدث للدولة بالطبع، وانھا کلھا امور طبیعیة لھا۔ واذا کان الھرم طبیعیة فی الدولة، کان حدوثه بمثابة حدوث الامور الطبیعیة، کما یحدث الھرم فی المزاج الحیوانی، والھرم من الامراض المزمنة لا یمکن دواؤھا ولا ارتفاعھا۔ لما انه طبیعی والامور الطبیعیة لا تتبدل۔"[11]

(یعنی)۔ ہم نے اس سے پہلے ایک ایک کر کے زوالِ حکومت کے اسباب بیان کر دیئے ہیں۔ اور ہم نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ زوال فطری تقاضا ہے اور اس کے اسباب سب کے سب طبعی ہیں اور جب کہ سلطنت میں ضعف پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ تو اس کا رونما ہونا طبعی تغیرات کی حیثیت رکھتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے حیوان کی فطرت میں بڑھاپا ہے اور بڑھاپا لاعلاج بیماری ہے۔ کیونکہ یہ ایک فطری تقاضا ہے اور قوانینِ قدرت تبدیل نہیں ہوتے ہیں۔

یہاں ہم علمائے عمرانیات سے پھر اختلاف کرتے ہیں، علمائے عمرانیات کا یہ دعویٰ کہ عمرانی حالات میں اسباب و علل کی کارفرمائی کا نظریہ سب سے پہلے "مونتسکیو" نے وضع کیا اور اس کے یہ الفاظ زبان زد عوام و خواص ہو گئے کہ "الروابط الضروریة تتاتی من طبیعیة الاشیاء"[12] یعنی "قدرت نے اشیاء میں ہم آہنگی کے لئے ضروری روابط رکھ دیئے ہیں"۔ مونتسکیو نے یہ نظریہ اٹھارھویں[13] صدی عیسوی کے وسط میں پیش کیا تھا۔

۱۱۔ مقدمہ ابنِ خلدون۔ ص ۲۹۳ - ۲۹۴۔ ۱۲۔ دراسات۔ ص ۲۴۰۔

۱۳۔ دراسات۔ ص ۲۴۰۔

جب کہ ابن خلدون یہ نظریہ صدیوں پہلے پیش کر چکا تھا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا اور مقدمہ ابن خلدون اس پر شاہد عادل ہے کہ یہ نظریہ نہ صرف ابن خلدون نے پیش کیا، بلکہ اس کے شہرہ آفاق مقدمہ کا بیشتر استدلال اسی نظریہ پر استوار ہے۔

ہم نے اوّلاً ابنِ خلدون کو عمرانیات کی اصطلاح کا واضع اور اس علم کا مؤسس قرار دیا اور پھر یہ بتایا کہ عمرانیاتی حالات میں اسباب وعلل کی کارفرمائی شہرہ آفاق نظریہ بھی نہ صرف ابن خلدون نے وضع کیا بلکہ اپنے مقدمہ کو اس کے عملی ثبوت کے طور پر عوام کے سامنے پیش کیا۔ اب ہم مقدمہ کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں کہ عمرانی مسائل اس میں کس طرح بیان کئے گئے ہیں۔

مقدمہ ابن خلدون چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں ابن خلدون نے معاشرتی اور اجتماعی مسائل پر طائرانہ نگاہ نہیں ڈالی بلکہ اپنے بلند فلسفیانہ ذوقِ تحقیق کے مطابق انسانی معاشرے کی نبض پر ہاتھ رکھ کر مسائل کا نہ صرف جائزہ لیا بلکہ اپنے دَور کی ضروریات وایجادات اور ذہنی وشعوری ارتقاء کے لحاظ سے بہترین حل پیش کئے ہیں۔ پھر اس نے جو ابواب کی تقسیم کی، اس کا مختصر خاکہ یہ ہے:

پہلے باب میں اس نے اجتماعیت عامہ بیان کی ہے۔ دوسرے اور تیسرے ابواب میں اس نے ان مسائل سے بحث کی ہے، جن کا تعلق سیاسی اجتماعیت سے ہے۔ چوتھے باب میں اس نے شہری زندگی کی تشریح کی ہے۔ پانچویں باب میں معاشی اور اقتصادی پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے اور چھٹے باب میں انسانی ضرورت کے اہم ترین مسئلہ یعنی ادبی اجتماعیت کو لیا ہے۔

سابقہ تفصیل کی روشنی میں ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ عمرانیات کی بنیاد ابن خلدون نے آگست کانت سے ساڑھے چار سو سال پہلے رکھی تھی۔ یہ وہ دَور ہے جب کہ یورپ ابھی بیدار بھی نہیں ہوا تھا، اور اُسے علمی اور عقلی دنیا میں کوئی خاص مقام بھی حاصل نہیں تھا۔

ہمارے نظریئے پر زیادہ سے زیادہ اگر کوئی اعتراض کیا جا سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ابنِ خلدون نے تمام عمرانی مسائل سے بحث نہیں کی ہے۔ اس کے کئی جوابات دیئے جا سکتے ہیں۔ اوّلاً یہ کہ دنیا میں کوئی بھی علم ایسا نہیں جس کے بانی نے اس کے جملہ مسائل پر بحث کی ہو۔ کیونکہ انسانی عقل نے آہستہ آہستہ ترقی کی ہے اور ابھی اپنے منتہا کو نہیں پہنچی بلکہ ترقی پذیر ہے اس لئے ہر شخص نے اپنی عقل کے مطابق ان مسائل کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اور یہ امر بھی مسلمات میں ہے کہ انسانی ضروریات ومسائل میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ ایک ہی مسئلہ کسی وقت

اہم ترین حیثیت کا حامل ہوتا ہے لیکن وہی مسئلہ دوسرے زمانہ میں اپنی اہمیت کھو بیٹھتا ہے۔ اس لئے ہر شخص اپنی عقل و فہم کے مطابق صرف اپنے ہی عہد کے ضروری مسائل و موضوعات پر قلم اُٹھاتا ہے۔

ثانیاً یہ امر بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ معاشرتی مسائل میں نہایت تیز رفتاری سے اضافہ ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنی تمام صلاحیتوں اور سہولتوں کے باوجود اقوام متحدہ جیسا بین الاقوامی معاشرتی ادارہ بھی ان پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ اگر آپ ایک چھوٹے سے قصبہ کے معاشرتی مسائل کا اس کے سو سال پہلے کے مسائل کی روشنی میں تقابلی مطالعہ کریں، تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ معاشرتی مسائل آبادی میں اضافے کی رفتار سے بھی کئی گنا تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے کسی قدیم مصنف پر یہ اعتراض کہ اس نے جملہ مسائل پر بحث نہیں کی زیادہ اہمیّت نہیں رکھتا۔

ثالثاً یہ امر مسلّم ہے کہ جملہ معاشرتی مسائل پر کوئی ایک شخص آگہی نہیں پا سکتا۔ اس لئے انبیاء کے علاوہ دیگر تمام مصلحین نے جزوی مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ لہٰذا ابنِ خلدون نے تمام مسائل کا نہیں بلکہ اکثر مسائل پر طبع آزمائی کی ہے۔

اس ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ ہم مغربی مفکرین کے علمی کاموں اور عقلی کاوشوں کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے مفید کاموں کو ہمیشہ سراہتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم ان کی لغزشوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ کر دینا بھی از بس ضروری خیال کرتے ہیں۔ اب ان کا یہ پُرانا تعصّبانہ الزام بے حقیقت ہو چکا ہے کہ مشرقی لوگ علم و دانش اور اعلیٰ صلاحیتوں سے عاری ہوتے ہیں، بلکہ اب یہ حقیقت بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ ہے کہ جملہ عقلی علوم کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی ہے۔ اور مغربی مفکرین اور جملہ مستشرقین ان کے خوشہ چین ہیں۔ اس لئے اب مغربی علماء کو خوش فہمی کے خول سے نکل کر حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں کی برتری کو تسلیم کرنا ہو گا۔ اور اب یہ ماننا پڑے گا کہ ابنِ خلدون کی طرح دیگر علوم کی بنیاد بھی مسلمانوں ہی نے رکھی تھی۔ اور یہ علوم مسلمانوں کے عہدِ زرّین کی زندہ و تابندہ یادگاریں ہیں۔

○ ● ○